خطبہ جمعہ

شفاعت کے مضمون کو سمجھیں اور اس مضمون کو سمجھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا اپنے آپ کو اہل بنانے کی کوشش کریں

دعا کے ذریعہ اپنے تمام ضرورت مند بھائیوں کو یاد رکھیں۔ ہر مصیبت زدہ کو یاد رکھیں۔ یہ شفاعت کا آغاز ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکو گے تو تم شفاعت کے مضمون کو سمجھ ہی نہیں سکتے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۶ر فروری ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۶ر تبلیغ ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اَللّٰهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لاَ تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ. لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرْضِ. مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلاَّبِاِذْنِه. یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلاَّبِمَا شَآءَ. وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرْضَ وَلاَ یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾.

(سورۃ البقرہ :۲۵۶)

اَللّٰہ، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ زندہ اور قائم بالذات ہے اسے نہ تو اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے مگر اسی کے اذن کے ساتھ۔ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی بادشاہت آسمانوں اور زمین پر ممتد ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں اور وہ بہت بلند شان اور بڑی عظمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر ابھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں ایک پہلو حشرات الارض سے تعلق رکھتا ہے جس کا میں نے پچھلے خطبے میں ذکر کیا تھا اور ریشم کے کیڑے کی بات کی تھی۔ اب اسی تعلق میں شہد کی مکھی کا ذکر بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ دونوں حشرات الارض سے تعلق رکھتے ہیں اور میں نے وضاحت کی تھی کہ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں، زمین کی سطح پر، ہوا میں یا سمندر میں موجود ہے وہ سب کچھ اسی کا ہے اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، اسی کی ذات سے اسے زندگی ملتی ہے، اسی کی ذات سے وہ قائم ہے۔ یہ مضمون پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے تعلق میں اس آیت کے اس مرکزی حصے کے کیا معانی بنیں گے۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلاَّبِمَا شَآءَ پہلے میں اس حصے پر بات کروں گا پھر اس کے بعد شفاعت والا مضمون شروع کروں گا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ شہد کی مکھی نے بھی ریشم کے کیڑے کی طرح اس وقت شہد بنانا شروع کیا جب کہ انسان کا نام و نشان تک نہیں ملتا تھا، کوئی وجود نہیں تھا اور قرآن کریم کی دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے کہ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ تھی یہ۔ یعنی اس کا آغاز اللہ کے حکم سے، اس کی وحی سے اس وجہ سے تھا کہ اس نے شفاء للناس بننا ہے۔ اب اس نکتے کو پیش نظر رکھتے ہوئے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ جو ان کا ماضی تھا، انسانوں کا ماضی یا مخلوق کا جو بھی ماضی ہے اس کا ان کو کوئی علم نہیں اور جو بعد میں آنے والا تھا اس کا بھی کوئی علم نہیں اِلاَّبِمَا شَآءَ مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ ان کو علم دینا چاہتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ریشم کا کپڑا بنانے کا کیا مقصد تھا اگر ریشم کو کسی نے پہننا ہی نہیں تھا۔ جب تک انسان پیدا نہیں ہوا ریشم کا استعمال جانور تو نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ کیڑا جو بناتا تھا اس نے بھی استعمال نہیں کیا۔ وہ تو جس طرح چرخہ کاتنے والی عورت ہے اسی طرح وہ ایک چرخہ کاتتا تھا اور اس کاتتے ہوئے کو پھاڑ کر پھر اڑ جایا کرتا تھا۔ تو مقصد کیا تھا؟ یہ مقصد ظاہر ہوا جب انسان پیدا ہوا۔ شہد کا بھی ایک مقصد تھا اور اس مقصد کو اللہ تعالیٰ نے لفظوں میں خوب کھول دیا کیونکہ شہد کی مکھی اور اس کی وحی کا مرتبہ ریشم کے کیڑے سے بہت اونچا ہے۔ اس لئے اس حصے کو خدا تعالیٰ نے خوب کھول دیا تاکہ بنی نوع انسان کو سمجھ آجائے کہ اللہ کو ان کا کب سے اور کتنا خیال ہے کہ جب وہ شہد کی مکھی شہد بنا رہی تھی تو اپنے کچھ کام آتا تھا یا جنگل کے ریچھ کھا جاتے تھے مگر انسان کا نام و نشان تک موجود نہیں تھا اور بنایا انسان کی خاطر گیا ہے۔

تو یہ بنی نوع انسان کے علم کی حالت ہے۔ وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلاَّبِمَا شَآءَ جو علم حاصل ہوتا ہے اتنا ہی جتنا وہ اُن پر کھولتا ہے اور اس ضمن میں یہ بات پیش نظر رکھیں کہ شہد کی مکھی کے بنائے ہوئے شہد، اور بھی بعض جانور شہد بناتے ہیں مگر شہد کی مکھی کے بنائے ہوئے شہد میں جو شفاء ہے اس کا بھی احاطہ انسان نہیں کر سکا۔ بہت تحقیقات ہو رہی ہے۔ شہد کو جسمانی طور پر لگانے سے کیا شفاء حاصل ہو سکتی ہے اور اندرونی استعمال سے کیا شفا حاصل ہو سکتی ہے اس پر ہی سائنس دانوں کی نسلیں اپنی محنتیں صرف کر رہی ہیں، بعض سائنس دانوں کی زندگیاں اسی کام کی تحقیق کے لئے وقف ہو چکی ہیں لیکن پوری طرح معلوم نہیں کر سکے۔

شہد کی مکھی کے متعلق تو میں نے پہلے بھی غالباً کہیں ذکر کیا تھا کہ شہد کی تحقیق تو کسی طرح بھی ان کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے یعنی اس پر احاطہ کرنا۔ کیونکہ ہر ملک کا شہد الگ الگ صفات رکھتا ہے، الگ الگ رنگ رکھتا ہے، الگ الگ خوشبو رکھتا ہے، الگ الگ بُوٹیوں سے بنایا جاتا ہے، الگ الگ موسموں میں بنایا جاتا ہے۔ اب وہ تمام صفات جو ان پھولوں میں ہیں جن سے وہ رس چوسا جا رہا ہے ان کا تعلق اس سرزمین سے بھی ہے جس سرزمین پہ وہ پھول اُگتے ہیں۔ ان کا تعلق اُن موسموں سے بھی ہے جن موسموں میں وہ پھول اگتے ہیں یا وہ پودے پھل لاتے ہیں اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے اس مضمون کا بھی انسان احاطہ نہیں کر سکتا اگر اس کا تصور باندھے اور سوچے کہ سارا سال شہد کی مکھی کہاں کہاں سے شہد بنا رہی ہے، کس کس قسم کے شہد بنا رہی ہے، کن کن پھولوں پہ جاتی ہے۔

تو یہ آیت کریمہ کا بنیادی مفہوم ہے کہ انسان علم کا کوئی بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کا واہمہ ہے کہ وہ بڑا عالم ہو گیا ہے۔ علم کا احاطہ صرف اللہ کرتا ہے اور اسی کا منشاء ہے کہ جب چاہے وہ علم انسان کو عطا فرما دیتا ہے اور اگر اس نے نہ عطا فرمانا ہو تو انسان کو کبھی وہ علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے شہد کی مکھی اور ریشم کا علم انسان کو عطا کرنا خدا کے لئے ضروری تھا ورنہ ان کی تخلیق بے کار جاتی۔ خدا تعالیٰ کی تخلیق ہی اس بات کا تقاضا کر رہی تھی کہ ان غریب بندوں کو کچھ بتا بھی دیا جائے ورنہ اے خدا تو نے نہ بتایا تو ان بندوں کو کیا علم ہوگا کہ ان کا استعمال کیسے کرنا ہے۔

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرْضَ کا جو اس کے معاً بعد ذکر ہے اس میں میں پہلے بھی تشریح کر چکا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ یہ علم جو اللہ کا ہے وہ ساری کائنات پر محیط ہے، کوئی بھی کائنات کا حصہ نہیں جو اللہ کے اس علم سے خالی ہو۔

اب میں شفاعت والے مضمون کا آغاز کرتا ہوں۔ شفاعت ہے کیا؟ اس سلسلے میں چند آیات اور ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔ یہ سورۃ طٰہٰ سے لی گئی ہیں جن میں اس مضمون کی کچھ وضاحت ہے اور اس کی کچھ وضاحت اس دعا میں موجود ہے جو ہم اذان سنتے وقت پڑھتے ہیں اور اذان سننے کے

بعد بھی پڑھتے ہیں۔ اس دعا کا جو مرکزی حصہ ہے وہ شفاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے تو میں ان دوسری آیات کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور ان کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

سورۃ طٰہٰ آیات ۱۱۰ تا ۱۱۳۔ یَوْمَئِذٍ لاَ تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلاَّ لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلاً۔ یہ وہ دن ہوگا جب کوئی شفاعت فائدہ نہیں دے گی مگر اسے جس کے لئے رحمان اجازت دے اور جس کے حق میں بات کرنے کو وہ پسند کرے وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلاً۔ کوئی شفاعت فائدہ نہیں دے گی یا جس دن شفاعت فائدہ نہیں دے گی۔ الشَّفَاعَة کو اگر 'کوئی' کا لفظ ہٹا دیں تو یہ ایک زیادہ وسیع معنوں کا حامل بن جاتا ہے یعنی شفاعت جتنی قسموں کی بھی ہو سکتی ہو شفاعت کی ان سب قسموں میں سے کوئی بھی کام نہیں آ سکتی۔ اِلاَّ لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر اس کے جس کے متعلق اللہ پہلے حکم دے دے کہ ہاں اس کے متعلق میں شفاعت منظور کر لوں گا یا اِلاَّ لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ اس کی شفاعت مانے گا جس کو اس نے پہلے سے اجازت دے دی ہو کہ میں تیری شفاعت قبول کروں گا۔

وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلاً اور کن لوگوں کی شفاعت قبول کرے گا جن کا قول اللہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے۔ اس پہلو سے اب اگرچہ نام لے کر حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ کا ذکر نہیں فرمایا گیا مگر تمام انبیاء میں سے سب سے زیادہ جس کا قول اللہ کو پسند آتا تھا وہ محمدؐ رسول اللہ ہی تھے۔ دوسرے انبیاء کی شفاعت کا مضمون بھی قرآن سے ثابت ہے لیکن قول کی پسندیدگی کا جہاں تک تعلق ہے جیسا کہ قول محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا پسند آتا تھا ویسا قول تو کبھی کسی نبی کے منہ سے اس طرح نہیں نکلا۔ اس کے بعد وہی آیت الکرسی والا حصہ اس میں موجود ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْماً۔

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ فرماتا ہے اس علم کی بناء پر جو اسے حاصل ہے۔ بنی نوع انسان جس بات کو ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی وہ جانتا ہے وَ مَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے۔ ایک معنیٰ تو یہ ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک یہ معنی بھی بن سکتا ہے کہ جو وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں اور جو ان سے پوشیدہ ہے ان سب باتوں کو جاننے کے بعد خدا کا فیصلہ لازماً برحق ہوگا اور وہی جانتا ہے کہ شفاعت کا اہل کون ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ کون لوگ ہیں جن کے حق میں شفاعت قبول ہونی چاہئے۔ وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْماً اور علم کے لحاظ سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ اور وہی حیؔ اور قیوم جس کا بنیادی طور پر آیت الکرسی میں ذکر ہے ان دو صفات کا یہاں اعادہ فرمایا گیا تو ثابت ہوا کہ ان آیات کا گہرا تعلق آیت الکرسی کے مضمون سے ہے۔ پہلی آیت سے بھی یہ مضمون نکلتا چلا جا رہا ہے اور یہاں آ کر واضح طور پر حیؔ اور قیوم سے اس کا تعلق جوڑا گیا ہے۔ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ اور چہرے حیؔ اور قیوم کے حضور جھک جائیں گے وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اور وہ نامراد ہوگا جس نے کوئی ظلم کا بوجھ اٹھایا ہوگا۔ ظلم دراصل اول طور پر شرک کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ مضمون خوب کھول دیا ہے کہ میری شفاعت مشرک کے حق میں نہیں ہو سکتی۔ کسی شرک کرنے والے کے حق میں وہ شفاعت قبول ہی نہیں ہوگی۔ تو اس لئے آیات جو آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں ان کا گہرا تعلق آیت الکرسی ہی کے مضمون سے ہے اور اس حصے سے خصوصاً جو شفاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اب اس ضمن میں چند حدیثیں میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جن کی طرف مختصر اشارہ کر دیا ہے۔ اب میں احادیث پوری آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

بخاری کتاب الدعوات۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہر نبی نے ایک سوال کیا۔ یا سننے والے نے یہ بیان کیا ہے یا آپؐ نے یہ فرمایا، ہر نبی کی ایک خاص دعا تھی جو اس نے مانگی اور وہ قبول کر لی گئی۔ عام طور پر انبیاء کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں مگر ان سب دعاؤں کی ایک دعا سرتاج ہوا کرتی ہے۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی دعا مانگنے کی اجازت دی کہ تمام دوسری دعاؤں سے بڑھ کر ہو۔ پس آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خاص دعا کی اجازت دی جو اس نے مانگی اور وہ قبول کر لی گئی۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کی یعنی رسول اللہ کو جب یہ حق دیا گیا، فرماتے ہیں: میں نے یہ دعا کی کہ قیامت کے دن میں اپنی امت کے حق میں شفاعت کر سکوں۔ بہت ہی عظیم الشان احسان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنی امت کے لئے۔

"اور قیامت کے دن شفاعت کر سکوں"۔ وجہ یہ ہے کہ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ نے اسی میں سارے فیصلے کرنے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد پھر اور کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔ پس بجائے اس کے کہ دنیا کی نعمتوں کے لئے حق رکھ لیتے جب کہ دنیا کی نعمتوں کے لئے بھی آپ نے دعائیں کیں اور مقبول ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بھی شفاعت کے ذکر کے تابع بیان فرمایا۔ یعنی آپؐ کی ایک شفاعت ان معنوں میں تھی کہ آپ کی دعا ہی دراصل اس دنیا میں شفاعت ہی کا رنگ رکھتی ہے اور اس کے بڑے بڑے نمونے ہم نے پورے ہوتے دیکھے ہیں مگر وہ خالص شفاعت جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نے قیامت کے دن حق رکھ لیا یہ وہ بخشش والی شفاعت ہے۔ اور کن لوگوں کے حق میں ہوگی اور کن کے حق میں نہیں ہوگی یہ مضمون دوسری احادیث میں مزید کھولا گیا ہے۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا، "مجھے پانچ ایسی باتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینے کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے"۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا رعب اس وقت اتنی دور دور تک پھیل چکا تھا کہ دور بیٹھی قومیں بھی ڈرتی تھیں کہ آپؐ کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی کا آغاز ہی نہ کرے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی برکت سے صرف جزیرہ نمائے عرب میں ہی امن نہیں ہوا بلکہ اردگرد بھی آپ کا امن کا پیغام پہنچا اور آپؐ کے رعب سے اس پیغام کو قبول کیا گیا ورنہ بہت سی قومیں یلغار کر سکتی تھیں اور فوراً یلغار کر سکتی تھیں مگر ڈری رہیں۔ کوئی ایسا رعب تھا جو اللہ کی طرف سے ان کے دلوں پر طاری کر دیا گیا تھا۔

ایک مہینے کی مسافت اس زمانے میں یہ قریباً چھ سو میل کی مسافت بنتی ہے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ چھ سو میل دور تک آپ کا رعب اردگرد پھیل چکا تھا۔ لیکن یہ صرف ماضی کی بات نہیں ہے مسافت کا عرصہ جتنا مختصر ہوتا ہے اور سفر تیز تر ہوتا ہے اتنا ہی رعب زیادہ زور سے پھیلتا ہے اور ہرگز بعید نہیں کہ اس زمانے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ رعب قوموں پر اس طرح پڑتا ہو کہ وہ ساری زمین پر محیط ہو چکا ہو کیونکہ اب کوئی بھی ایسی مسافت نہیں ہے جو ایک مہینے کے اندر طے نہ ہو سکے اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس رعب کی ایک شکل ابھی بھی ہمیں دکھائی دے رہی ہے۔ اسلام کے غلبے سے ڈر رہے ہیں سارے۔ حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں کہ ہر ذریعہ استعمال کریں یہ غالب نہ ہوں۔ یہ غالب نہ آنے کا خوف دلوں پر ہے تو وہ یہ کوششیں کرتے ہیں۔ اگرچہ آج کل ان کی کوششیں کچھ کامیاب دکھائی بھی دیتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کو بالآخر رد فرما دے گا اور ان کی کوئی پیش نہیں جائے گی اور یہ پیشگوئی اُسی سورۃ میں موجود ہے جس کی چند آیات میں نے اس مضمون کی تائید میں آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ یعنی سورۃ طٰہٰ۔ آخر یہ نامراد کر دئے جائیں گے، آخر ان کی کوششیں مٹا دی جائیں گی اور رسول اللہ ﷺ کا رعب حقیقتاً ساری دنیا پر قائم ہوگا۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو اس میں مضمر ہے اور اگر غور سے پڑھیں تو آپ کو دکھائی دینی چاہئے۔

دوسری بات جو خصوصیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمائی وہ یہ تھی کہ "ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاک بنا دی گئی"۔ ساری زمین کے پاک ہونے سے مراد یہ نہیں کہ زمین کا وہ حصہ جہاں گند پڑا ہو وہ بھی پاک ہے۔ مراد یہ ہے کہ زمین پہ ہر جگہ صاف جگہ دیکھ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اور ہر گندی جگہ بھی طبعی عمل کے ذریعے رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صاف کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مٹی میں صفائی کی خاصیت موجود ہے۔ مٹی پاک کر دیا کرتی ہے۔ اسی لئے تیمم میں بھی مٹی کی طرف رجوع کرنے کا فرمایا ہے۔ پس فرمایا کہ ساری زمین میرے لئے پاک کر دی گئی ہے اور یہ جو خصوصیت ہے دنیا کی کسی اور امت میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی کہ ساری زمین ان کی عبادت کے لئے پاک قرار دے دی گئی ہو۔

یہاں تک اس تشریح میں فرمایا 'میری امت کے جس شخص پر بھی نماز کا وقت آ جائے گا وہ وہیں نماز پڑھ لے۔ یہ مراد ہے۔ وہ معابد نہ ڈھونڈے، مسجدوں کی تلاش نہ کرے، جہاں سفر کی حالت میں نماز کا وقت آتا ہے وہیں نماز پڑھ لے اور یہ اللہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خصوصی رحمت عطا ہوئی ہے اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے اور اس رحمت کا عطا ہونا اس کا ایک لازمی حصہ ہے۔

ایک وہ حصہ ہے تیسرا جس کی مجھے سمجھ نہیں آ سکی، میں پڑھوں گا ضرور کیونکہ تمام جو مستند احادیث میرے سامنے ہیں ان میں یہ موجود ہے۔ اس لئے یہ تو خیانت ہوگی اگر اس کو نہ پڑھا جائے مگر اس کا جو مفہوم بظاہر نکلتا ہے وہ ہو نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم جس بات کے متعلق قطعیت کے ساتھ فیصلہ دے دے کوئی حدیث اس مضمون کے خلاف کھڑی نہیں رہ سکتی یا حدیث کا کوئی حصہ ایسے مضمون کے خلاف کھڑا نہیں رہ سکتا۔ یہ اگر کوئی سمجھے کہ کھڑا رہ سکتا ہے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ہوگی کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا کے کلام کے مقابل پر آپ اپنے کلام کو کھڑا کریں۔ مگر یہ جو حصہ میں بیان کرنے والا ہوں اس میں یہ الجھن میرے سامنے ہے اور اس کے لئے میں نے ہر جگہ پتہ کروایا ہے، بڑے غور سے بائبل کا مطالعہ کیا ہے، قرآن کی متعلقہ آیات کا مطالعہ کیا ہے اور اس کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔ کوئی الجھن اس میں ہے، کوئی ایسی گانٹھ ہے جو اللہ تعالیٰ جب فیصلہ فرمائے گا لاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ ہم اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے جب بھی وہ چاہے گا ضرور کھول دے گا کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے تو قرآن کے عین مطابق ہونا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ "میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں جو پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہیں کی گئیں"۔ اب قرآن کریم کی ان آیات کی طرف متوجہ ہوں جن میں حضرت موسیٰ سے یہ وعدہ تھا کہ شہر میں داخل ہو جاؤ اور اس شہر کا جو کچھ مال ہے وہ تمہارا ہو جائے گا۔ اس کی گندم، اس کی جو، اس کی نعمتیں، ہر چیز، اس کے مویشی، سب تمہارے ہو جائیں گے لیکن حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے متعلق وضاحت سے ذکر فرمایا ہے جس جس جگہ کی ان کو فتوحات عطا ہوئیں وہاں کے سارے اموال، تمام مویشی، تمام قیمتی چیزیں سب ان کے مَصْرَف میں آئیں اور ان کی وجہ سے ہی ان کے قومی خزانے اس نوبت تک پہنچے کہ شاید کسی وقت بھی کسی قوم کو اسی دنیا میں کسی نبی یا غیر نبی کو ایسی عظمت نہ ملی ہو کہ اس کے خزانے اس قدر

بھر جائیں۔ وہ اگر حلال نہیں تھے تو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کیوں جمع کرتے تھے اور ان مویشیوں کے گوشت کو کھاتے کیوں تھے۔ اسی دودھ کو پیتے کیوں تھے جو فوج کشی کے بعد حاصل ہو جاتی ہے اور اسی کو غنائم کہتے ہیں۔

تو یہ مشکل ہے کہ قطعیت کے ساتھ قرآن کریم غنائم کے متعلق فرما رہا ہے کہ میں نے پہلے نبیوں پر بھی یہ غنائم حلال کئے تھے اور بڑی تفصیل سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اتنی واضح آیات کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں، کیسے کہہ سکتے ہیں کہ غنائم ان پر جائز نہیں تھے صرف مجھ پر جائز ہوئے ہیں، میری امت پر جائز ہوئے ہیں۔ اس کے حل کی تلاش کے لئے میں نے مرکز میں علماء کو لکھا ہے کہ وہ غور کریں۔ میری تو ہر کوشش بے کار گئی ہے سمجھیں تسلیم کرتا ہوں۔ کوئی بات اور ہے یا لفظ غنائم استعمال نہ کیا ہو گا کچھ اور ہو گا۔ اور مثلاً اگر غنائم لفظ استعمال نہ ہوا ہو بلکہ غنم جو مویشیوں کو کہتے ہیں اس کی جمع ہو اَغنَامْ جس کو کہتے ہیں تو ملتا جلتا لفظ تھا ان میں سے سارے مویشی پہلی امتوں پہ حلال نہیں ہوئے تھے ان کی شرطیں تھیں بعض اور ان کا سب حصہ سب کے لئے حلال نہیں تھا مثلاً پشت کی چربی وغیرہ وغیرہ۔ تو یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حدیث سننے والے نے ذکر غنائم کا کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اَغنَامْ فرمایا ہو گا اور اغنام کو غنائم سے ملا کر الجھا دیا گیا اور اس کی وجہ سے سارے راویوں نے اسی غلطی کا اعادہ کیا مگر یہ ہمارا اندازہ ہے ایک۔ ایک دور کی کوڑی ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس سلسلے میں تحقیق اس کو کہتے ہیں کہ واضح شواہد دریافت کئے جائیں کیا واقعہ ہوا تھا کیوں ایسی غلطی ہوئی۔ بہر حال یہ درمیانی حصہ ایسا ہے جو قابل بحث ہے باقی ساری باتیں قطعیت سے کہی جا سکتی ہیں کہ پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔ پہلے ہر نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اب یہ دیکھیں کتنی قطعیت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے۔ سارا قرآن اس پر گواہ ہے۔ قرآن کریم کے تمام مضامین جو تمام بنی نوع سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس پر گواہ ہیں۔

کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ یہ چاروں باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق سو فیصدی یقین سے، خدا کے پاک نام کی قسمیں کھا کر انسان کہہ سکتا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کے سوا اس سے پہلے کبھی کسی کو نہیں ملیں۔ مگر اس کے سوا جو سب سے بڑی بات آپؐ نے بیان کی ہے وہ شفاعت کی ہے۔ ”اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے“۔ اب یہ شفاعت کیا ہے اس کا کچھ ذکر میں کر چکا ہوں، کچھ آگے اور ذکر کرتا ہوں اور اسی مضمون پر اس آیت الکرسی کا یہ حصہ، وہ تو اختتام تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا، یہ میرے خطبات اس پر اور یہ خطبات کا سلسلہ سر دست اختتام کو پہنچے گا۔

ایک حدیث ہے سنن الدارمی کتاب النداء للصلوٰۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ یہاں وضاحت ایک ایسے امر کی ہے سب دنیا کے لئے نعمت بنایا گیا ہوں جو پہلی حدیث میں اس طرح کھلے لفظوں میں درج نہیں تھی۔ وہ وضاحت یہ ہے کہ ہر گورے اور کالے کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ یعنی ہر ریس (Race) کے لئے، ہر رنگ و نسل کے لئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے اور ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے۔ اور پھر وہی وہ نوبت والی بات میرے لئے غنائم حلال کی گئی ہیں جب کہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں اور مجھے ایک ماہ تک کے رعب سے مدد دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک مہینے کی مسافت پر رہنے والا دشمن مجھ سے مرعوب کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر فرمایا مجھ سے کہا گیا کہ 'مانگ' مگر میں نے اپنی یہ طلب اٹھا رکھی ہے تا کہ اپنی امت کی شفاعت کر سکوں اور یہ تم میں سے اس کو ملنے والی ہے جس نے کسی چیز میں بھی اللہ کا شریک نہ بنایا ہو۔

اب ظلم کی وہ تشریح جو میں نے سورۃ طٰہٰ کی آیات کے حوالے سے کی تھی دیکھیں اس کی تصدیق خود رسول اللہ ﷺ نے فرما دی۔ اس لئے بعض لوگ جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہر قسم کے شرک میں مبتلا زندگیاں بسر کریں اور شفاعت پر بناء کریں اور شفاعت کہتے رہیں وہ کفارہ تو مان سکتے ہیں شفاعت نہیں مان سکتے۔ ان کا علاج مسیحیوں کے کفارے کے غلط تصور میں تو ہو سکتا ہے جتنا چاہو گناہ کرتے پھرو مسیح کا کفارہ بنا تمہیں بچا لے گا۔ یہ ایک غلط، بیہودہ عقیدہ مسیح کی طرف منسوب کیا گیا ہے، بعد کے عیسائیوں نے گھڑا ہے اس کا حضرت مسیح سے کوئی دُور کا تعلق نہیں ہے۔

اگر کسی ایسے مسلمان نے مسیحی بننا ہو تو اللہ رحم فرمائے اس پر لیکن شرک کرتا ہو اور واضح طور پر شریک ٹھہراتا ہو اور نعوذ باللہ من ذالک، رسول اللہ ﷺ کو اس میں اپنا مؤید بنا دے اور خیانت کی سب سے بڑی حرکت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہا ہو اگرچہ جانتا نہ ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِيْنَ خَصِيْماً ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب سے بڑی خیانت کرنے والے یعنی شرک کرنے والے کی تائید میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور خود فرمایا ہے، 'تا اپنی امت کی شفاعت کر سکوں اور یہ تم میں سے اس کو ملنے والی ہے، یہ شفاعت صرف اسی کے حق میں کام کرے گی جس نے کسی چیز میں اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو'۔

اب یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو کیونکہ معروف طور پر حاضر دماغی کے ساتھ شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو سکے جو اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ غالباً ایک بھی نہیں ملے گا لیکن کسی چیز میں شریک نہ ٹھہرایا ہو جب یہ اس وضاحت سے بات بیان کی جائے تو اس میں وہ سارے لوگ شامل ہیں جو خدا تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت میں انسانوں کو شریک بنا لیتے ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ کو بھی شریک بنا لیا گیا۔ یعنی ظلم کی حد یہ ہے کہ بھاری تعداد جو کروڑہا تک پہنچ گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خدا کے علم غیب میں اسی طرح شامل سمجھتے ہیں جیسے خدا کا اپنا علم ہو اور اس قدر اس میں مبالغہ کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی ذات میں، کہ آپؐ کے نور ہونے کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ آپؐ کا بدن نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا بدن نہیں تھا۔ مگر اللہ تو بطور بدن کے دکھائی نہیں دیتا سوائے اس کے کہ کشفی حالت میں ایسا نظر آئے مگر رسول اللہ ﷺ کفار کو بھی اور مومنین کو بھی ایک صاحبِ بدن کے طور پر دکھائی دیتے تھے اور یہ مشرک لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گویا خدا کی بعض صفات کے ایسے شریک تھے جو خدا کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جانی چاہئیں، جو مخلوق سے بالا صفات ہیں۔

پس دیکھ لیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ کی احتیاط، اتنی احتیاط سے آپ لفظوں کو چنتے تھے کہ ہر شبہ کا ازالہ فرما دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ شفاعت اس کو پہنچے گی جس نے خدا کے سوا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ خدا کے سوا خدا کی کسی بات میں بھی یا کسی بات میں بھی خدا کا شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

اب ایک اور حدیث جو صحیح مسلم سے لی گئی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس میں یہ اذان والی بات جو میں نے ذکر کیا تھا وہ ملتی ہے۔ صحیح مسلم کتابُ الصلوٰۃ باب القَول مِثْلَ قَولِ المُؤذِنِ لِمَنْ سَمِعَه ثُمَّ يُصَلّی عَلَی النَّبِی ﷺ ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الوَسِيْلَةَ۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ سے یہ حدیث لی گئی ہے اور باب یہ ہے قَول مِثْلَ قَولِ المُؤذِنِ کہ مؤذن کے قول کی طرح جو انسان سنے ثُمَّ يُصَلّی عَلَی النَّبِی ﷺ پھر رسول اللہ ﷺ پر سلام اور درود بھیجے ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الوَسِيْلَةَ پھر آپؐ کے لئے اللہ سے یہ سوال کرے کہ اسے وسیلہ بنا دے۔ اب یہاں آپ کے لئے اللہ سے سوال کرے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کی دعا کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ وسیلہ بنیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ بننا اس کے اپنے حق میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ وسیلہ نہ ہوں تو اس کا کیا بنے گا۔ اس لئے دعائیں کیا کرو کہ رسول اللہ ﷺ کو خدا نے جو وعدہ فرمایا ہے وسیلہ بنا دے گا وہ ضرور بنا دے ورنہ تم جیسے بندوں کا کیا حال ہو گا۔ یہ مفہوم ہے اس کا۔ عاجز بندے کیا کریں گے اگر رسول اللہ ﷺ وسیلہ نہ بنیں۔

اب الفاظ حدیث کے یہ ہیں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اب یہاں لفظ دس گنا سے مراد یہ نہیں ہے کہ واقعۃً گن کر دس گنا رحمتیں دی جائیں گی۔ یہ ایک مبالغہ کا اظہار ہے، صیغہ ہے۔ مبالغہ تو نہیں کہنا چاہئے ایک مضمون کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کا جو اصلیت رکھتا ہو۔ مبالغے میں اصلیت نہیں رہتی تو اس لئے دس گنا سے مراد یہ ہے کہ اللہ بہت زیادہ دے گا۔ وہ ایک دفعہ درود بھیجے گا تو اللہ اس پر بہت کثرت سے رحمتیں نازل فرمائے گا اسی لئے جہاں بھی اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں وہاں کہیں دس گنا، کہیں سو گنا، کہیں ستر گنا، کہیں سینکڑوں گنا مختلف اعداد کے ذریعے اسی مضمون کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

اور اس میں حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پڑھنے والے کے دل کی کیفیت پر خدا کی نظر ہے کس دل سے دعا مانگ رہا ہے، کس دل سے درود بھیج رہا ہے۔ اگر اس کے دل سے درود اس شدت سے اٹھ رہا ہے کہ اس کا شمار ممکن نہیں یعنی اس شدت کا احاطہ ممکن نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوابی رحمتیں بھی اسی تصرف سے ہونگی۔ اور اگر حدیث نبوی کی روشنی میں ادب اور احترام کے ساتھ یہ دعا پڑھتا ہے تو خواہ ہونٹوں سے ہی ادا ہو رہی ہو لیکن چونکہ نیک نیتی شامل ہے اس لئے کم سے کم جزا اس کی دس گنا ہے۔ پس دس گنا سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ کم سے کم دس گنا۔

پھر فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو۔ یہ جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو ملے گا۔ اب چونکہ آپ نے شفاعت کا حق آخرت کے لئے محفوظ فرما لیا تھا اس لئے یہ فرمایا جا رہا ہے کہ وسیلہ جس شان کے ساتھ میں بنوں گا اس کا اصل ملاحظہ تو تم جنت ہی میں کر سکو گے کیونکہ میرے وسیلہ بننے کے نتیجے میں تمہیں جنتیں عطا ہونگی۔ اس سے بڑھ کر اس وعدے کے پورا ہونے کا تم کیسے مشاہدہ کر سکتے ہو کہ جنت میں دیکھ لو کہ جن جنتوں میں تم کئی قسم کی نعمتیں پاتے ہو وہ تمام تر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے سے ملی ہیں۔ اب یہاں وسیلہ شفاعت کے معنے بھی رکھتا ہے جیسا کہ اولیت اسی کو ہے دوسرے سارے نیک اعمال محمدؐ رسول اللہ کے وسیلے سے ملے ہیں خدا تعالیٰ کے تمام احکامات، تمام مناہی جو کچھ بھی قرآن کریم میں درج ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ملے ہیں۔ اگر یہ وسیلہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

پھر فرمایا جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَة کے الفاظ ہیں۔ اب وسیلہ مانگا اور شفاعت حلال ہو جائے گی اس کا پہلی حدیث سے کچھ اختلاف دکھائی دیتا ہے جس میں شرط تھی کہ شریک نہیں ٹھہرائے گا، کسی چیز میں شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ یہاں ایک عام ساذکر ہے لیکن دراصل لفظ وسیلہ میں وہ بات داخل ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان آیات کی جو تشریحات فرمائی ہیں ان میں اس مضمون کو کھول دیا ہے۔ وسیلہ محمد رسول اللہ ﷺ تب بنتے ہیں جب اللہ کو مخلوق سے ملانے والے ہوں وہ پُل بن جائیں جس پر سے جا کر مخلوق خدا سے ملتی ہے۔ اور شفاعت میں جو مضمون ہے دو چیزوں کو ملا دینا اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک پہلو سے بشر تھے اور بشر بھی ایسے کہ کسی اور نبی کو ایسا بشر ہونا نصیب نہیں ہو سکا اور اس پہلو سے کلیۃً آپ بشر کے تمام لوازمات میں تمام بشریت کے ساتھ شریک تھے۔

اور دوسری طرف خدا کے ایسا ہوئے کہ تمام صفات باری تعالیٰ کو آپ نے اپنی ذات میں جاری کر لیا، اپنی ذات کا وجود مٹا دیا، یہاں تک کہ صرف دیکھنے والے کو یہ دکھائی دے کہ آپ کی صفات، آپ کی ذات، آپ کی بات چیت میں اللہ کے سوا کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔ اس پہلو سے آپ وسیلہ ہیں بنی نوع انسان اور خدا کو جوڑنے کا۔ پس جس نے وسیلے کا مفہوم سمجھ لیا اس حدیث سے یہ مراد ہے وہ مجھ جیسا ہوگا تو میں وسیلہ بنوں گا۔ یعنی مجھ جیسا بننا ے کی کوشش کرے گا تو میں وسیلہ بنوں گا۔ مجھ جیسا تو ہو کوئی نہیں سکتا مگر ویسا بننے کی کوشش تو کر سکتا ہے۔ پس اس پہلو سے یہ مطلب بنتا ہے جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔

جو مجھے وسیلہ تو کہتا ہو اور خدا سے مانگے بھی کہ اے اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو وسیلہ بنا دے مگر اپنا حال یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلہ بننے کے ہر معنے کو رد کر رہا ہو، جوڑ ہی نہ رکھے رسول اللہ ﷺ سے آپؐ اس کا خدا سے کیسے جوڑ ملائیں گے۔ جب ایک چیز کسی چیز سے ایک طرف سے جوڑ رکھتی ہے تو اس کا دوسری طرف سے جوڑ جو ہے اس کے درمیان وسیلہ بن جاتی ہے ان دو چیزوں کو ملا دینے کا موجب بن جاتی ہے یہ عام دنیا کا مضمون ہے، عام سائنس کا یا ہر مسئلے میں انسان کو اس کا علم ہونا چاہئے کہ ایک چیز سے جوڑ کرو گے تو دوسری طرف جوڑ ضروری ہوگا تاکہ ان دونوں کا وسیلہ بنا دے، دونوں کے درمیان ایک رابطہ پیدا کر دے۔

تو ان معنوں میں وسیلہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو سمجھے گا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔ مطلب ہے صرف اسی کی شفاعت کروں گا اور کسی کی شفاعت نہیں کروں گا اور جو ان معنوں میں وسیلہ بنتا ہے لازماً وہ شرک سے پاک ہے تو ان دو حدیثوں میں کوئی بھی تضاد نہیں ہے ایک ہی مضمون کے مختلف پہلوؤں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کبھی ایک پہلو سے کھول کر بیان کرتے ہیں کبھی دوسرے پہلو سے کھول کر بیان کرتے ہیں۔ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ والا مضمون ہے تاکہ کہہ اٹھیں سارے لوگ کہ تو نے اللہ سے خوب سیکھا اور جو سیکھا وہ خوب بیان فرما دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کے مضمون میں فرماتے ہیں ایک پہلو ہے شفاعت کا وہ دعا والا جو میں نے بیان کیا تھا وہ عمومی پہلو بھی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے: ''خدا کے اذن کے سوا کوئی شفاعت نہیں ہو سکتی قرآن شریف کی رو سے شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرے کہ وہ مطلب اس کو حاصل ہو جائے یا کوئی بلا ٹل جائے۔ پس قرآن شریف کا حکم ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور میں زیادہ جھکا ہوا ہے وہ اپنے کمزور بھائی کے لئے دعا کرے کہ اس کو وہ مرتبہ حاصل ہو۔ یہی حقیقتِ شفاعت ہے''۔ (نسیم دعوت)

اس لئے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شفاعت کا اپنے آپ کو مستحق بنانا ہے پوری طرح نہ سہی کسی حد تک، اس کو چاہئے کہ اپنے بھائیوں پر اس طرح جھکے جس طرح رسول اللہ ﷺ تمام رحمتوں کے ساتھ بنی نوع انسان پر جھکے۔ اپنے بھائیوں کی طرف جھکے اور اس جھکنے میں سب سے بڑا وسیلہ دعا ہے۔ **دعا کے ذریعے اپنے تمام ضرورت مند بھائیوں کو یاد رکھیں، ہر مصیبت زدہ کو یاد رکھیں۔** یہ شفاعت کا آغاز ہے اگر ایسا نہیں کر سکو گے تو تم شفاعت کے مضمون کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے وہ ہرگز کفارہ نہیں ہے بلکہ نیک اعمال کی تحریک کرنے والا ایک مضمون ہے جس کے ذریعے نیکی بڑھتی ہے۔ زیادہ جو تفصیلی حصے ہیں اس کے میں چھوڑ رہا ہوں کیونکہ خواہش ہے کہ اگلے چند منٹ میں اس مضمون کو یہاں ختم کر دوں۔

فرماتے ہیں: ''انسان کی دعا اور توجہ کے ساتھ مصیبت کا رفع ہونا یا معصیت اور ذنوب کا کم ہونا یہ سب شفاعت کے نیچے ہے۔ توجہ سب پر اثر کرتی ہے خواہ مامور کو اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا نام اور پتہ بھی یاد ہو نہ ہو''۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۲۴/مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)۔ فرماتے ہیں: ''شفاعت اعمال حسنہ کی محرک کس طرح پر ہے۔ اس کا جواب قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی جو عیسائی مانتے ہیں کیونکہ اس پر حصر نہیں کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے''۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۹ مورخہ ۱۰/مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۲)۔ بلکہ شفاعت کا جہاں فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت قبول ہوگی وہاں یہ بھی فرمایا ہے ''اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ'' تو کہہ دے جب میرے بندے میرے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دے میں قریب ہوں اور اس مضمون کو میں پہلے بہت کھول چکا ہوں کہ اِنِّي قَرِيبٌ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا قرب دراصل خدا کا قرب ہے اور یہی قرب ہے جس کو نصیب ہو اس کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بھی لازم ہو جائے گی اور یہ قرب نصیب ہونا متقاضی ہے کہ انسان آپؐ کی صفات میں قرب حاصل کرے اور آپؐ کے پاک اعمال کے ساتھ اپنا حصہ جوڑے جو شفاعت کا مرکزی اور بنیادی مضمون ہے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شفاعت سے ایک تو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے وہ مراد ہے جو مرکزی نکتہ شفاعت کا قیامت سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے وسیع معنوں میں آپ کو اس دنیا میں خدا سے ملا ہوا ثابت کر دیا ہے ایسا ملا ہوا کہ ہر دیکھنے والا شفاعت کے متعلق صرف وعدے ہی نہ سمجھے کہ ہم سے وعدے ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعا کی قبولیت کے نمونے اپنی آنکھوں سے اس وضاحت سے دیکھے کہ کبھی کسی اور نبی کو ایسی دعا کی اجابت نصیب نہ ہوئی۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انصاف کی نظر سے باقی انبیاء کو بھی شامل کرتے ہیں ان کی دعاؤں سے بھی بلائیں ٹالی گئی ہیں، ان کی دعاؤں سے بھی خدا کے فضل کھلم کھلا آسمان سے نازل ہوئے ہیں مگر جب محمدؐ رسول اللہ کا مقابلہ کیا جائے تو ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

اب اس کے بعد میں اصل تحریر پوری آپ کے سامنے پڑھ کے سناتا ہوں، ''آخرت کا شفیع وہ ثابت ہو سکتا ہے جس نے دنیا میں شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو''۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے لازم تھا کہ دنیا میں نمونہ دکھلا دیں تاکہ لوگ فرضی وعدے ہی نہ سمجھیں کہ ہمیں وعدوں پر ٹرخایا جا رہا ہے۔ ''سو اس معیار کو آگے رکھ کر جب ہم موسیٰ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہا اس نے اترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال دیا''۔ اور قرآن اس پر گواہ ہے۔ ''اس کی توریت گواہ ہے اسی طرح پر جب ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اجلیٰ بدیہیات معلوم ہوتا ہے''۔ بدیہیات میں یعنی جو چیزیں واضح ہیں، ظاہر ہیں ان میں سب سے زیادہ روشن ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی قبولیت دعا کے نمونے ہیں جو اس دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

''آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپ نے غریب صحابہ کو تخت پر بٹھا دیا''۔ جو یہاں تخت پر بٹھا سکتا ہے، یہاں کرسی نصیب ہو سکتی ہے اس کی دعا سے تو قیامت کے دن کی دعا کے متعلق شک کیسے باقی رہ جاتا ہے کہ اس شخص کی قیامت کے دن دعا قبول نہیں ہوگی جس کا اللہ نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے۔ ''اور آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس کے کہ بت پرستی اور شرک میں نشوونما پایا تھا ایسے مؤحد ہو گئے جن کی نظیر کسی زمانے میں نہیں ملتی''۔ تو شفاعت کا مستحق بھی بنایا آپؐ ہی نے۔ مؤحد نہ بناتے تو شفیع کیسے بن سکتے تھے تو اس دنیا میں مؤحد بنا کر دکھا دیا اور تم کسی بات میں شک کرتے ہو پھر، جب تمہیں وہ کچھ بنا دیا جس کے لئے شفاعت کا قبول کیا جانا ضروری ہے یعنی مؤحد کے لئے اس دنیا میں وعدہ پورا کر دیا۔ ''پھر آپ کی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں''۔ یعنی ازمنۂ گزشتہ کی بات نہیں کر رہے مسیح موعود اپنے وجود کو پیش کر کے بتا رہے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہے جس کا اس دہریت کے زمانے میں میرے ذریعے اظہار ہو رہا ہے۔

فرماتے ہیں: ''پھر آپ کی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں''۔ اب پیروی کرنے والوں میں اگرچہ اس زمانے میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کسی پر بھی اس کا اطلاق نہیں ہوتا مگر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح آنحضرتؐ کے ذکر میں موسیٰ کا بھی ذکر کیا ہے جو نسبتاً ادنیٰ درجہ کے نبی ہیں یا خدا تعالیٰ کی قربت کے لحاظ سے نسبتاً ادنیٰ آدمی تھے مگر اپنے ساتھ دوسرے بزرگوں کا بھی ذکر فرما دیا جو امت محمدیہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر اب تک پیدا ہوتے رہے ہیں۔ فرمایا ''اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں''۔ یعنی ایک بھی زمانہ ایسا نہیں آیا جس زمانہ کے انسان محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے ان معنوں پر ذاتی اطلاع نہ پا چکے ہوں۔ جس کی برکت سے ہر زمانے میں ملہم بنی نوع انسان کی بھلائی میں، ان کے حق میں دعائیں کرنے والے، الہاماً خوش خبریاں پانے والے اور ان کی بلائیں دور کرنے والے موجود ہوں ہر صدی میں، ہر صدی کے ہر زمانے میں وہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پر شک کرنے کا کیا حق رکھتا ہے جس کی برکت سے اس کے ادنیٰ غلام، اس کے خاک پا پر فخر کرنے والے اس مرتبے کو پہنچ جائیں اندازہ کرو کہ اس کا اپنا مرتبہ کیا ہوگا۔

''مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیونکر اور کہاں سے مل سکتے ہیں''۔ یہ حضرت مسیح کے کفارہ کے جواب میں چونکہ یہ بیان ہے تو فرمایا مسیح کے کفارہ کا موازنہ اس شفاعت سے کر کے دیکھو تو اس کی تو کچھ بھی حیثیت دکھائی نہیں دیتی۔ اس کفارہ کے عقیدے نے تو دنیا کو گناہوں پر دلیر کر دیا ہے اور اس کثرت سے بے حیائی پھیلی ہے کہ ہر بے حیائی کے پھیلنے کا منبع اس وقت، ایک انتہائی دردناک بات سہی مگر، وہ لوگ ہیں جو مسیح کو خدا مانتے ہیں، جو مسیح کے کفارے کے قائل ہیں باقیوں نے بھی ان سے خوب مقابلے کئے، اس دوڑ میں بہت آگے بڑھے ہیں، بے حیائیوں میں انہوں نے بھی کمی کوئی نہیں کی مگر منبع کا سہرا بگڑی ہوئی عیسائیت کے سر ہے۔

پس شفاعت کے اس مضمون کو سمجھیں اور اس مضمون کو سمجھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شفاعت کا اپنے آپ کو اہل بنانے کی کوشش کریں تو پھر جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے صرف آخرت نہیں دنیا بھی سنور جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔